JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

ORCID of JARH: https://orcid.org/0009-0000-0723-9485
DOI Number of the Paper: https://zenodo.org/records/17190914
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH, 5(3) Jul-Sep 2025
Link of the Paper: https://jar.bwo-researches.com/index.php/jarh/article/view/555
HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH (HEC-Recognized for 2024-2025)

عبداللہ حسین پر اقبال کے فکری اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

AN ANALYTICAL STUDY OF IQBAL'S INTELLECTUAL INFLUENCE ON ABDULLAH HUSSAIN

Author 1:	**MUHAMMAD SAGHER**, PhD Research Scholar, Department of Iqbal Studies, Faculty of Arts, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Punjab, Pakistan, Email: muhammadsagar897@gmail.com
Corresponding & Author 2:	**MUHAMMAD ASGHAR SIAL**, Assistant Professor, Department of Iqbal Studies, Faculty of Arts, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Punjab, Pakistan, Email: muhammadasghar@iub.edu.pk, ORCID: https://orcid.org/0009-0008-2924-0346

Paper Information

Citation of the paper:
(JARH) Sagher. M., & Sial. M. A. (2025). An analytical study of Iqbal's intellectual influence on Abdullah Hussain. In *Journal of Academic Research for Humanities, 5*(3), 55–62.

QR Code for the Paper:

Subject Areas for JARH:
1 Humanities
2 Urdu Literature

Timeline of the Paper at JARH:
Received on: 12-08-2025.
Reviews Completed on: 16-09-2025.
Accepted on: 17-09-2025.
Online on: 24-09-2025.

License:
CC BY SA
Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized for BWO-R:
HJRS HEC Journal Recognition System

Published by BWO Researches INTL:
BWO RESEARCHES (PVT) LTD INTERNATIONAL

DOI Image of the paper:
DOI 10.5281/zenodo.15649213

Abstract

Allama Iqbal (1877–1938) and Abdullah Hussain (1931–2015) together provided accessible philosophical insights into the socio-political certainties of the Indian subcontinent. Each author reflects their era's joint realization: Iqbal, amid colonial domination, urged national and rational revival, economic recovery, and tactical preparation for the future, aiming to awaken the Muslim Nation through an idealistic and actionable philosophy. In contrast, Abdullah Hussain showed societal and personal dislocation through the lens of historic novels—such as "Udaas Naslain", "Baghh", "Raat", "Qaid", "Nadar Log", and "Nashaib"—wherein Iqbal's philosophical influence is visible. Nevertheless, Hussein's approach departs significantly: while Iqbal offered a roadmap for individual and mutual regeneration, Hussein depicted characters who remain disconnected from historical continuity, often concluding in tragedy. This article commences a comparative analysis of both intellectuals' worldviews, positioning Abdullah Hussain's novelistic representations as reflective commentaries on the moral and poetic context established by Iqbal. By interpreting Hussain's characters through the prism of Iqbal's poetry, the study highlights how Iqbal's ideals infuse Hussain's narratives, even as they are apparent under the shadow of historical disappointment. This analysis not only brightens the intellectual dialogue between the two writers but also underscores the continuing tension between visionary idealism and the sad reality of historical separation.

Keywords: Iqbal's intellectual influence, Abdullah Hussain's Novels, Urdu Literature, Urdu novels, Muslim nation, Pakistan, India

نمایاں اور کس حد تک مخفی پائے جاتے ہیں؟

4۔ عبداللہ حسین کے کرداروں میں تاریخی اور تہذیبی دباؤ معاشرتی زوال کے تناظر میں کیا ہیں؟

مقاصدِ مطالعہ:

1۔ برعظیم پاک و ہند اجتماعی شعور اور نظریات سے آگاہی

2۔ علامہ اقبال کی قوم میں بیداری کی کوششوں میں خودی، معاشی بحالی اور عملی اقدامات کا تجزیاتی مطالعہ کرنا۔

3۔ عبداللہ حسین کے ناولوں میں اقبال کے فکری اثرات کا کھوج لگانا۔ خاص طور پر ان کے معروف ناولوں "اداس نسلیں"، "باگھ"، "رات"، "قید"، "نشیب" اور "نادار لوگ" کے کرداروں میں اقبال کے اثرات دریافت کرنا۔

4۔ اقبال کی فکری اور عبداللہ حسین کے کرداروں میں اظہارِ خیال کی موافقت کا جائزہ لینا۔

5۔ علامہ اقبال اور عبداللہ حسین کی تخلیقات میں قومی، تاریخی و فکری تنزل کا مطالعہ کرنا۔

دراصل یہی کشمکش علامہ اقبال کی فکر کا بھی مرکزی نکتہ ہے جہاں فرد کو خودی کی تلاش اور احیائے ملّت کی جدوجہد میں بھی آزمایا جاتا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا

(اقبال،۲۰۱۸ء، ص ۲۱۳)

یہی تصور ہمیں عبداللہ حسین کے ناول اداس نسلیں کے مرکزی کردار نعیم میں بھی نظر آتا ہے جو ذاتی بحرانوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے قومی بحران سے جڑتا ہے اس کا انکار اس کی بے چینی اور اس کی بیداری سب کچھ اقبال جیسے انسان کی یاد دلاتی ہے جو نو آبادیاتی غلامی کے خلاف کھڑا ہو کر انقلاب کا کوئی نیا راستہ چلانے کی کوشش کرتا ہے اور آخر کار کسی ایک سمت یا منزل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری کی طرح اُن کے سرمایۂ نثر کو بھی تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں: "یہاں زندگی تین ادوار سے متعلق نظر آتی ہے، اوّل برطانوی سامراج کا زمانہ، دوسرے آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کا

تعارف:

علامہ محمد اقبال(۱۸۷۷ء–۱۹۳۸ء) برصغیر کے ان چند مفکرین میں شامل ہیں جنھوں نے اسلامی تہذیب کو ایک نئی شکل دی اور اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ایک نئی شناخت عطا کی۔ اقبال کے پیغام میں خودی، حرکت و عمل، بیداری، اسلامی وحدت اور استعماری نظام کے خلاف مزاحمت صرف ان کی شاعری تک محدود نہیں بلکہ بعد میں آنے والے ناول نگاروں کی تحریروں میں اس کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ان میں سے ایک نمایاں نام عبداللہ حسین(۱۹۳۱ء–۲۰۱۵ء) کا بھی ہے جنھوں نے اُردو ناول کو خالص ادبی سطح سے اٹھا کر تاریخی، سیاسی، تہذیبی اور فکری سچائیوں کا آئینہ بنا دیا۔ عبداللہ حسین کے ہاں فرد کسی نہ کسی تاریخی اور تہذیبی دباؤ کے درمیان سانس لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ فرد کی دونوں تخلیق کاروں کی نظر میں بنیادی اہمیت ہے۔ اقبال فلسفیانہ انداز میں تاریخی جائزہ لیتے ہوئے وجوہ اور اسباب کے تناظر میں عملی حل خودی کی بیداری اور حرکت و عمل سے حل تجویز کرتے ہیں۔ مایوسی کے خاتمے کے لیے انھوں اُمید کے ذریعے پسی ہوئی قوم کو حوصلہ دیا ہے۔

طریقہ تحقیق:

اس تحقیقی مضمون میں دریافتی طریقہ کار کے ذریعے علامہ اقبال کے تصورات، اسلوب اور تراکیب کے اثرات کا کھوج لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاریخی، تہذیبی اور سیاسی جائزہ لیتے ہوئے معاشرے پر اثر انداز ہونے والے عوامل کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ حتمی نتائج کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ اقبال کے فکری اثرات کو عبداللہ حسین نے قبول کیا ہے لیکن اپنے ناولوں کے کرداروں کے ذریعے منفرد انداز میں پیش کرنے کے لیے تخلیقی بصیرت سے کام لیا ہے۔

تحقیقی سوالات:

1۔ ادبی تخلیق میں علامہ اقبال کے اثرات ناول نگاری میں کس طرح مرتب ہوئے؟

2۔ عبداللہ حسین قومی مسائل کو کس انداز میں اُجاگر کرتے ہیں؟

3۔ علامہ اقبال کے فکری اثرات، عبداللہ حسین کے ناولوں میں کس حد تک

زمانہ اور تیسرے تقسیم ہند کے بعد کا دور" (عامر سہیل، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۳)

عبداللہ حسین کی فکری عمارت میں اقبال کے اثرات نہ صرف نظری سطح پر بلکہ کرداروں، واقعات اور علامتی زبان میں بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان کا بیانیہ اس جدوجہد کو زندہ رکھتا ہے جو اقبال کے ملّتِ اسلامیہ کے احیاء کے لیے لازمی تصور کی جاتی ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک تاریخ صرف ماضی کی داستان نہیں بلکہ ایک زندہ شعور ہے جو قوم کو اپنی پہچان کا راستہ اور مقام بھی عطا کرتا ہے۔ اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان اگر اپنے ماضی کو بھول جائیں تو نہ صرف اپنا حال کھو بیٹھتے ہیں بلکہ مستقبل بھی دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنی ایک نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" میں بھی کیا ہے:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی
تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۲۰۷)

عبداللہ حسین کے ناول "اُداس نسلیں" میں تاریخ شکستہ، مُنتشر اور اُلجھی ہوئی صورت میں نظر آتی ہے۔ اس پر وہ ہمیں خبردار کرتے ہیں کہ ناول کا مرکزی کردار نعیم ایک ایسی نسل کی نمائندگی کرتا ہے جو نہ ماضی کو سمجھ سکے اور نہ حال میں کوئی واضح مقام حاصل کر سکے۔ وہ تحریک آزادی کے نعرے، کانگریس اور مسلم لیگ کی سیاست، ہندو مسلم فسادات اور نو آبادیاتی سیاست کے بیچ اپنی فکری اور جذباتی پہچان کھو بیٹھے ہیں۔

"لیکن میں اس دنیا میں رہتا تھا جہاں آپ یا تعلقہ دار تھے یا کچھ بھی نہ تھے۔ جو لوگ اعلیٰ دماغ ہوتے تھے سرکار کی ملازمت میں چلے جاتے تھے اور حکومت برطانیہ انہیں اس طور تربیت دیتی تھی کہ ان کی تمام ذہانت، تمام اچھوتا پن ختم ہو جاتا تھا۔ وہ نہ تعلقہ دار بن سکتے تھے نہ آرٹسٹ۔ محض سرکاری افسر بن کر رہ جاتے تھے نہ سرکار نہ رعایا۔" (عبداللہ حسین، ۲۰۰۷ء، ص ۴۶۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے یہاں احساس بیگانگی بڑھ رہا ہے اور اقبال کی خودی کا تصور بکھرتا اور منتشر ہوتا نظر آتا ہے۔

بقول اقبال:

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت
سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۳۶۲)

نعیم اور اس کی نسل گویا وہی "اُداس نسلیں" ہیں جنھوں نے تاریخ سے نہ سیکھا اور نہ خود کو کسی شعوری فکری تسلسل سے جوڑ سکے۔ علامہ اقبال تاریخ کو حرکت و بیداری کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ جب کہ عبداللہ حسین تاریخ کو ٹوٹتی نسلوں کے فکری زوال کے آئینے میں دکھاتے ہیں۔ دونوں کے ہاں تاریخ ایک زندہ، فیصلہ کن اور محاسبہ کرنے والی قوت کے طور پر نظر آتی ہے۔

عبداللہ حسین کے ناول "باگھ" میں انجانا خوف طاری ہے جو جبری طور پر کرداروں کے اوپر مسلط کیا گیا ہے اس کا مرکزی کردار اسد بھی اس جبر کا شکار ہوتا ہے کہ جب وہ علاج کے لیے کشمیر کا رخ کرتا ہے تو وہاں قتل کے کیس میں پھنس جاتا ہے۔ مگر اس کے اندر مزاحمت کی ایک بنیادی جبلت ہے جو اس کو جنون کے اندر مبتلا رکھتی ہے وہ مظطرب اور بے چین کردار ہے۔ اگرچہ ناول میں محبت اور پاکستان کی سیاسی و تہذیبی کہانی کو فکشن کی روح میں ڈالا گیا ہے۔ اگرچہ ناول میں ایک علامتی انداز اپنایا گیا ہے مگر مرکزی کردار اپنے خوابوں کی تعبیر چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ جدوجہد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

"یہاں ایک عظیم جدوجہد جاری ہے..... اس جدوجہد کے پیچھے حق اور باطل کی جنگ ہو رہی ہے۔ کسانوں کی، مزدوروں کی، چرواہوں کی، لکڑہاروں اور دستکاروں کی جنگ۔ یہ بدقسمت لوگ جو پیسوں کے عوض ایک ہاتھ سے دوسرے کو بیچے گئے ہیں اور بندوق سے ہانکے جا رہے ہیں۔ (عبداللہ حسین، ۲۰۱۲ء، ص ۱۵۸)

علامہ اقبال کے ہاں تہذیب، ثقافتی مظاہر، تمدنی رسوم کا نام نہیں بلکہ ایک روحانی و فکری نظام حیات ہے جو انسان کو اپنے مقام، مقصد اور ذمہ داری کا شعور عطا کرتی ہے۔ مرکزی کردار بھی اپنی بقا کی جنگ لڑتا ہوا نظر آرہا ہے اگرچہ اس پر جبر مسلط کر دیا گیا ہے جو وہ نہیں چاہتا وہ کرنے پر بھی مجبور ہے حالات اس طرح رخ تبدیل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ

ہے۔جہاں ایک ایسی سیاسی قیدی کی نفسیات، سماج اور نظام کے خلاف بغاوت کو کہانی کا مرکز بنایا گیا ہے۔ناول میں اس دور کے جبر، منافقت اور تشدد پسندی کو بیان کیا گیا ہے۔ناقد "قید" کے متعلق لکھتا ہے۔

"دو قومی نظریے کے نام پر وجود میں آئے پاکستان میں مذہبی تنگ نظری، عدم رواداری اور اختلاف رائے کو تشدد کے ذریعے مٹانے کے رجحانات بتدریج فروغ پا رہے ہیں۔"(قمر رئیس، علی احمد فاطمی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۲۳)

دراصل اس میں ایک ناجائز بچے کی کہانی ہے جسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ دراصل علامہ اقبال نے جو تنبیہات کی تھیں تو اس کا عکس میں نظر آتا ہے۔جب معاشرے کے اندر مذہبی تنگ نظری پیدا ہو جائے۔ایک دوسرے کا وجود برداشت نہ کیا جائے اور اختلاف رائے کو تشدد کے ذریعے مٹانے کی کوشش کی جائے تو اس قسم کے واقعات جنم لیتے ہیں۔ دراصل علامہ اقبال نے خودی کی بیداری کو اس لیے اہم جانا ہے کہ لوگوں کے اندر اپنی شناخت کا احساس ہو۔جب کہ اس ماحول کو خاموش چیخ کی صورت میں ناول کے اندر پرویا گیا ہے۔علامہ اقبال اس چیخ کو انقلاب میں بدلنے کی بھی تلقین کرتے ہیں۔دونوں مفکرین کے ہاں سیاسی آزادی سے مراد صرف اقتدار کا حصول نہیں بلکہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں فرد کو سوچنے اور سوال کرنے اور جینے کا حق حاصل ہو۔علامہ اقبال نے جدید مغربی تہذیب کو مشین زدہ، بے روح اور مادہ پرست تہذیب کہا ہے جس میں انسان خود اپنے وجود سے بھی بیگانہ ہو چکا ہے۔ان کے نزدیک جدیدیت کا سب سے بڑا نقصان ہی یہی ہے کہ اس نے فرد کو خودی، دین اور مقصد حیات سے کاٹ کر تنہا کر دیا ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۳۷۵)

عبداللہ حسین کے ناول "رات" میں یہی تہذیبی تنہائی اور روحانی خلا گہرائی سے بیان ہوا ہے کہ ناول کا مرکزی کردار شوکت عرف شوکی ایک ایسا شخص ہے. جو ظاہری طور پر تعلیم یافتہ شہری، مہذب ہے۔مگر اندر سے خالی، بیزار اور منتشر ہے اقبال نے اس کیفیت کو "نہنگ تہذیب" کے ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا انسان جو نہ مکمل مذہبی ہے، نہ مکمل سیکولر بلکہ وہ ایک تہذیبی زوال کا شکار ہو چکا ہے اور پاکستان اسے وہ تہذیبی شناخت نہیں دے رہا ہے جو اس کی ضرورت ہے اور وہ نفسیاتی الجھنوں اور شناختی بحران کا شکار ہے۔مرکزی کردار سماجی تضادات اور سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اور علامہ اقبال اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۳۰۵)

علامہ اقبال کے نزدیک اس بحران کا حل خودی کی بازیافت اور قرآنی شعور ہے جب کہ عبداللہ حسین نے ناول "باگھ" میں اس بحران کو جیتے جاگتے انسانی تجربے کی صورت میں بیان کیا ہے۔انھوں نے ابتدا ہی میں بتایا ہے کہ ایک رومانوی کہانی تحریر کرنے کی سعی کی گئی ہے جو رومانوی سے زیادہ تاریخی ہے۔اس کے کرداروں سے متعلق سوالات ملاحظہ کیجیے:

1۔اسد ساری زندگی خود کو جبر و استبداد سے کیوں آزاد کرانا چاہتا ہے.

2۔اسد کا والد خود شکاری ہے لیکن وہ اپنے بیٹے کو شکار کیوں سکھا دیتا ہے؟

3۔اسد حکیم کی بیٹی سے محبت گرفتار ہو کر حکیم کا قتل کیوں کرتا ہے اور اس کا آخر تک کہیں ذکر کیوں نہیں ملتا؟

4۔اسد بہکنے کی بجائے ایسے خیال کے آنے سے قبل چونک کیوں اٹھتا ہے؟

5۔یاسمین سے مکالمے کے دوران میں سوال کیا جاتا ہے کہ کہاں سے دیکھا تھا؟

6۔قاتل کا سراغ کیوں نہیں ملتا؟ شکوک و شبہات میں ملوث تمام لوگ کیوں بچ نکلتے ہیں؟

7۔ناول میں جنگ اور دہشت کے حالات کیوں پیدا ہوئے ہیں؟

علامہ اقبال کے نزدیک آزادی صرف سیاسی نہیں بلکہ فکری و روحانی اور تہذیبی آزادی کا نام ہے وہ ان استعماری قوتوں کے خلاف فکری جہاد کا اعلان کرتے ہیں جو قوموں کو صرف زمین سے نہیں بلکہ روح اور شناخت سے بھی محروم کر دیتی ہے۔علامہ اقبال نے قید کو ایک علامتی سطح پر استعمال کیا ہے کہ جو انسان کے شعور ایمان اور اظہار کو روک دیتی ہے۔عبداللہ حسین نے یہی تصور اپنے ناول" قید" میں نہایت شدت سے پیش کیا

(اقبال،۲۰۱۸ء، ص ۳۵۷)

اقبال کا موقف واضح ہے کہ طاقت کا سرچشمہ عدل ہے۔ رزق کی غیر منصفانہ تقسیم غلامی کو جنم دیتی ہے اور اسلام روحانی اصول نہیں بلکہ معاشی انصاف کا بھی ضامن ہے۔ "نادار لوگ" کا منظر نامہ ایک ایسی دنیا کی تصویر ہے جہاں عوام نادار اور حکمران خوددار بنے پھرتے ہیں جب کہ اقبال کے نزدیک حقیقی خودداری وہ ہے جو دوسروں کو بھی وقارِ انسانی دے سکے۔ عبداللہ حسین نے مظلوم طبقات کی بے بسی کو کسی معاشی نظریے کے بغیر صرف حقیقت کے طور پر دکھایا۔ جب کہ اقبال نے اسی حقیقت کو انقلاب فقر کے ذریعے بدلنے کا پیغام دیا۔ اقبال کے نزدیک انسان اس وقت حقیقی مقام پر فائز ہوتا ہے جب وہ خودی کو پہچانتا ہے اس کی تربیت کرتا ہے اور اس اللہ کے نور سے منور کرتا ہے۔ ان کے یہاں انسان صرف ایک حیوانِ ناطق نہیں بلکہ روحانی، فکری اور انقلابی ہستی ہے جو بیک وقت باطن اور ظاہر دونوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ عبداللہ حسین کا ناولٹ "نشیب" علامتی اسلوب میں ایک ایسے فرد کا تجزیہ کرتا ہے جو نظام زندگی، سماج اور خود اپنے وجود سے بیزار ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار نہ کسی منزل کا متلاشی ہے نہ کسی خواب کا بلکہ وہ صرف وقت گزرتا ہے جیسے زندگی اس پر مسلط کر دی گئی ہو۔ ملاحظہ کیجیے: "ناشتہ کرتے ہوئے اس نے سوچا، اس دن میں کیا نیا ہوگا؟ اور پھر اس نے جواب دیا: کچھ نہیں، بالکل ویسا ہی دن جیسے کل تھا۔ اور شاید کل بھی ویسا ہی ہوگا" (عبداللہ حسین، ۲۰۱۴ء، ص ۲۳)

اس سے وجودی بیزاری اور مقصدیت کے فقدان کی طرف اشارہ نظر آتا ہے۔ جس کے خلاف اقبال کی پوری فکر برسرپیکار ہے اقبال اس سستی جمود اور بے عملی کو روح کی موت قرار دیتے ہیں۔ ناول کا مرکزی کردار اپنے وجود کے مقصد سے لاعلم ہے۔ وہ سماج، رشتے، حتیٰ کہ اپنے اندر سے بھی غیر حاضر ہے۔ یہ وہی بے خودی ہے جس کا شکوہ اقبال کرتے ہیں:

حیات کیا ہے، خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

(اقبال،۲۰۱۸ء، ص ۳۶۴)

طور پر یاد کیا ہے۔

"ہر رات، ہر ہر لمحے مجھے احساس رہا ہے کہ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی وقت، کوئی نہ کوئی شے، بہر حال کھوئی گئی ہے، چھوٹ گئی ہے، ضائع ہوگئی ہے" (عبداللہ حسین، ۱۹۹۶ء، ص ۹۸)۔

دراصل یہی احساس تنہائی ہے جس میں انسان مسلسل کچھ نہ کچھ کھو رہا ہے۔ علامہ اقبال اس کے خلاف روحانی بیداری کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر عقل نے مان بھی لیا، لا الٰہ کہہ بھی دیا تو دل کے اندر وہی کھونے کا احساس رہا تو اپنے اصل مقصد سے ہٹ جائے گا کیوں کہ ناول میں اس دور کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ انسان جسمانی سطح پر اتر آئے۔ دراصل ان کو خودی کا شعور نہیں ہے اور تنہائی کا حل اس طرح نکالا ہے جو ایک علامہ اقبال کے نظریے کے مخالف نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال کا تصور اسلام صرف روحانی نجات یا فلسفیانہ فکر تک محدود نہیں بلکہ عملاً ایک سماجی و معاشی نظام کی تشکیل ہے ان کے ہاں اسلام کا بنیادی جوہر عدل اجتماعی ہے۔ جس کے بغیر نہ فرد ترقی کرتا ہے نہ امت۔ علامہ اقبال نے سرمایہ داری، طبقاتی تقسیم اور جاگیر دارانہ نظام کو اسلامی اصولوں کے منافی قرار دیا۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

(اقبال،۲۰۱۸ء، ص ۴۳۷)

عبداللہ حسین کا ناول "نادار لوگ" اس معاشی عدم مساوات اور ظلم کا بیانیہ ہے، جو نہ صرف طبقاتی نظام کی پیداوار ہے بلکہ ریاستی بے حسی کا عکس بھی ہے۔ ناول کے کرداروں میں وہ فوجی، سیاسی اور عام لوگ شامل ہیں جو سیاسی طاقتوں کے ایجنٹوں میں معاشی طور پر پستے چلے جا رہے ہیں۔ "وہ لوگ جو جنگ میں اپنی جانیں دیتے ہیں، ان کے گھروں میں رات کا کھانا نہیں ہوتا۔ اور جو امن کی شرطوں پر دستخط کرتے ہیں، ان کے دسترخوان خالی نہیں ہوتے۔" (عبداللہ حسین، ۲۰۱۱ء، ص ۱۲۱)

یہ وہی شکایت ہے جسے اقبال سود کے نظام اور غیر اسلامی معیشت کا انجام کہتے ہیں:

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند!

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں

بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۶۶۱)

عبد اللہ حسین "قید" اور "باگھ" میں ریاستی نظام کے ظاہری نظم اور اندرونی جبر کو نمایاں کیا ہے۔ ناول "قید" میں سیاسی قیدی صرف جسمانی طور پر قید نہیں بلکہ وہ اظہار فکر اور سچائی کے آزادی سے بھی محروم ہے۔ اس کی زبان پر سچ تو تھا مگر سچ بولنے کی اجازت نہیں تھی اور دراصل یہی سچ نہ بولنا اس کی اصل قید تھی۔ اقبال قیدِ حیات و بند غم دونوں کو ایک سمجھتے ہیں کیونکہ انسان موت سے پہلے نجات نہیں پا سکتا۔ "باگھ" کا مرکزی کردار اسد بغیر کسی وجہ کے اٹھا لیا جاتا ہے اور اس سے اپنی مرضی کے کام لیے جاتے ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر اسے دوسرے ملک بھیج دیا جاتا ہے۔ وہ ظلم کی چکی میں پہلے بھی پس چکا تھا وہ اس سے بھی نجات چاہتا تھا۔ وہ خود پر ہونے والے مظالم کو بھی نہیں روک سکتا کیونکہ وہ نظام قانون کا ایک اعلیٰ کار بن چکا ہے۔ علامہ اقبال اور عبد اللہ حسین اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ طاقت اگر اخلاقی شعور سے خالی ہو جائے اور سیاست اگر ضمیر کی آواز سے لاتعلق ہو جائے تو وہ صرف جبر، نفاق اور بغاوت کو جنم دیتی ہے۔ اقبال کا سیاسی فلسفہ فرد کی روحانی آزادی کو سیاسی آزادی کی بنیاد بناتا ہے جب کہ عبد اللہ حسین اس فلسفے کو تلخ حقیقتوں کی صورت میں کہانی کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ عبد اللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" کے مرکزی کردار "نعیم" ایک ایسا انسان ہے جو حالات، تحریکات اور تہذیبی شکست میں خودی سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اس کا انکار، بغاوت اور بیزاری دراصل ایک ایسی روح کی آواز ہے جو اپنی شناخت اور مقصد کی تلاش میں گم ہو چکی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے: "نعیم نے اپنے آپ سے پوچھا: کیا میں نے اپنی زندگی خود چُنی ہے؟ یا مجھے بس دھکیلا گیا ہے۔ ایک بھیڑ میں، ایک شور میں۔" (عبد اللہ حسین، ۲۰۰۷ء، ص ۲۵۴)

یہ سوال اقبال کے فلسفہ خودی سے جڑتا ہے جو انسان سے پوچھتا ہے کیا تم اپنے آپ کو جانتے ہو کیا تم خودی کی پہچان رکھتے ہو۔ عبد اللہ حسین کے کردار اپنے وجود کے ساتھ سوال کرتے ہیں۔ وہ بے یقین ہیں مگر سوال کی ہمت رکھتے ہیں یہیں پر وہ اقبال سے جڑتے ہیں کیوں کہ اقبال کا انسان کامل وہ ہے جو لا مقصد زندگی کو رد کرتا ہے اور ایک باعزت متحرک اور روشن خیال زندگی کو اپناتا ہے۔ "نشیب" میں پیش کردہ اقبال کے مرد مومن کا نقیب ہے۔ یہی اس ناول کی فکری شدت ہے کہ وہ قاری کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ میں بھی ایسا ہی خاکی انسان ہوں۔ علامہ اقبال کے نزدیک امت مسلمہ کا زوال صرف سامراجی طاقتوں کا نتیجہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی خودی سے دُوری، علم سے بے رغبتی اور اجتماعی بزدلی اس کا بنیادی سبب ہے۔ وہ امت کو بار بار جگاتے ہیں۔ عبد اللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" میں تحریک آزادی کے دوران مسلم نوجوانوں کی فکری الجھن، قیادت سے مایوسی اور منزل سے بے خبری شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ "کبھی وہ کانگریس کی تقریر سے متاثر ہوتا، کبھی مسلم لیگ کے مطالبے سے، مگر دل میں ہمیشہ خلا سا رہتا – جیسے یہ سب اس کی جنگ نہ ہو" (عبد اللہ حسین، ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۵)

"نادار لوگ" میں یہ زوال مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کی صورت میں دکھایا گیا جہاں ایک پوری قوم معاشی، لسانی اور سیاسی جبر کے باعث احساس محرومی اور قومی بیگانگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کرداروں میں وہی پژمردگی، خوف اور داخلی شکست نمایاں ہے جو اقبال کے نزدیک زوال ملّت کی علامت ہے۔ کہ یہ کیسا وطن ہے جہاں سب کچھ دے کر بھی انسان غیر کہلاتا ہے اور اس کے لہجے میں قومیت نہیں درد کی جھلک بھی تھی۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۳۷۹)

ان دونوں ناولوں میں امت کی حالت زار سے بیرونی استعمار کی پیداوار نہیں، بلکہ اندرونی انتشار، قیادت کا بحران اور فکری خوابیدگی بھی اس کا سبب ہے۔ اقبال اور عبد اللہ حسین دونوں اسی حالت پر نہ صرف ماتم کرتے ہیں بلکہ آگاہی، خودی اور شعور کی بیداری کو اس کا حل سمجھتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک سیاست وہی کامیاب ہو سکتی ہے جو روحانی اخلاقیات پر مبنی ہے۔ انہوں نے مغربی جمہوریت اور مشرقی مادیت دونوں کو رد کیا کیوں کہ ان کے نزدیک یہ نظام انسان کو آزاد اور باوقار بنانے کے بجائے مفادات، مادیت اور جبر کے شکنجے میں کس دیتے ہیں۔ بقولِ اقبال:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن

! گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۵۷۳)

"اداس نسلیں" وقت کا ایک ایسا طوفان ہے جس میں نوجوان نسل گم ہو چکی ہے وہ وقت کے دھارے میں بہتی ہے، مگر اس دھارے کو موڑنے کی سکت نہیں رکھتی۔ نعیم کا کردار خود سے سوال کرتا ہے مگر وقت اس پر ایک خاموش فیصلہ صادر کرتا ہے کہ جس نے عمل نہ کیا۔ وہ محض تماشائی رہا۔ "سب کچھ بدل رہا تھا مگر وہ نہیں شاید وہ وقت کی رفتار کو سمجھ نہ سکا یا شاید وقت کے لیے تیار نہیں تھا" (عبداللہ حسین، ۲۰۰۷ء، ص ۲۵۴)

رات میں وقت ایک بے رنگ تسلسل ہے، کردار ماضی کی گرفت، حال کی بوریت اور مستقبل کی بے نوری میں وقت سے کٹ کر جیتے ہیں۔ وہاں نہ کوئی تاریخ کا شعور ہے نہ آنے والے لمحوں کا تصور بس ایک داخلی جمود ہے۔ اقبال کے ہاں وقت وہ میدان ہے جس میں خودی کو حرکت، جذبہ اور تخلیق سے آزمایا جاتا ہے۔ جب کہ عبداللہ حسین کے کردار وقت سے فرار یا لاتعلقی کا شکار ہیں یہی وہ تضاد ہے جو دونوں کی فکری بیانیے کو کرب اور آگاہی کے بیچ رکھتا ہے اقبال نے وقت کو بیداری کا استعارہ اور عبداللہ حسین نے وقت کو بے عمل نسلوں کا کربناک آئینہ بنایا ہے۔

عبداللہ حسین کے فکشن میں ایک ایسے معاشرے کی کہانی ہے جو ماضی کی شکست، حال کی پیچیدگی اور مستقبل کی غیر یقینی میں جکڑا ہوا ہے۔ ان کے کردار مکمل طور پر باغی ہیں، نہ مکمل طور پر مطیع بلکہ ایک احساس یافتہ سوال بن کر قاری کے سامنے آتے ہیں۔ یہی سوال علامہ اقبال کا نقطہ آغاز بھی ہے، تُو ہے کیا؟ تیری حقیقت کیا ہے؟ تیرے ہونے کا مقصد کیا ہے؟ عبداللہ حسین کے ناولوں میں " اداس نسلیں"، " باگھ"، "قید"، "رات"، "نادار لوگ" اور "نشیب" سب میں فرد معاشرہ اور قوم کسی نہ کسی سطح پر بحران کا شکار ہے۔ یہ بحران یا تو شناخت کا ہے، یا یقین کا ہے یا پھر مقصد کا۔ علامہ اقبال اس بحران کو فکری بیداری، انقلابی روح اور روحانی رجوع کے ذریعے حل کرنے کا پیغام دیتے ہیں۔ عبداللہ حسین کے کردار اکثر تاریخ سے لاتعلق، حال سے بے خبر، مستقبل سے ناامید ہوتے

انسان بھی سوال سے جیتا ہے، شک سے نکل کر یقین کی طرف بڑھتا ہے۔ دونوں مفکرین کے ہاں فرد کوئی عام انسان نہیں بلکہ ایک ایسا احساس یافتہ وجود ہے جو اگر اپنی ذات کو پہچان لے تو تاریخ بدل سکتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قوم صرف نظریے سے نہیں بلکہ کردار والی قیادت سے بنتی ہے۔ ان کے نزدیک لیڈر وہ ہوتا ہے جو فکر میں بلند ہو، عمل میں بے خوف ہو اور ملّت کے درد سے آشنا ہو۔ بقول اقبال:

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۳۸۰)

عبداللہ حسین کے ناول" نادار لوگ" میں قیادت کا بحران مشرقی پاکستان کے سانحہ کے پس منظر میں نمایاں ہوتا ہے۔ وہاں عوام کو ایک ایسی قیادت ملی جو نہ درد رکھتی ہے، نہ وژن اور نہ قربانی کا جذبہ، نتیجتاً قوم بکھر گئی اور احساس محرومی نے بھی جنم لیا کہ انہیں کسی نے کہا نہیں، کہ ہم کیا ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ ہمارے لیڈروں نے صرف اپنا چہرہ دکھایا اور ہماری زبان بھی نہ سنی۔ ناول" باگھ" میں بھی قیادت کا بحران نظر آتا ہے۔ فوج، بیوروکریسی اور سیاسی حلقے ایسے افراد پر مشتمل ہیں جو اقتدار کے غلام ہیں، نظام کے پرزے ہیں، انسان کے خادم نہیں کرداروں کے اندر بغاوت کی چنگاری موجود ہے مگر کوئی واضح راستہ نہیں۔ علامہ اقبال کے ہاں قیادت ایک روحانی ذمہ داری ہے۔ جب کہ عبداللہ حسین کے ہاں قیادت کا بحران ایک سماجی المیہ ہے دونوں کا مقصد ایک ہے کہ ملّت وہی اٹھتی ہے جس کے پاس فکر بھی ہو، عمل بھی ہو، قربانی بھی ہو۔ علامہ اقبال کے ہاں اظہارِ رائے کوئی سیاسی نعرہ نہیں بلکہ خودی کی پہلی آزمائش ہے وہ فرد کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ نظام سے سوال کرے، معاشرتی تضادات پر آواز اٹھائے اور سچائی کو بیان کرنے میں خوف نہ کھائے۔

علامہ اقبال کے مردِ مومن کی آواز نظام کے خلاف شعوری کاوش ہے، وہ خاموش تماشائی نہیں بلکہ فعال ضمیر ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں وقت محض گزرنے والی ساعتوں کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ قوت ارتقائی امتحان اور تخلیقی صلاحیت ہے۔ وہ وقت کو جامد ماننے والوں کو ماضی پرستی یا مستقبل گریزی کا شکار سمجھتے ہیں۔

ہیں۔ مگر اقبال ایسے فرد کو ایمان، عمل اور علم کے ذریعے نئی زندگی عطا کرنے کا خواب دیکھتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عبداللہ حسین دکھ کی تصویر بناتے ہیں اقبال دکھ سے نکلنے کی راہ دکھاتے ہیں۔ اقبال کے ہاں بیداری فرد سے شروع ہو کر امت تک جاتی ہے۔ جب کہ عبداللہ حسین کے ہاں امت کی بیداری کا فقدان فرد کے باطن میں کرب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عبداللہ حسین کا ہر ناول اقبال کے کسی شعر کی تعبیر ہے مگر تعبیر ایسی جو کامیابی کی بجائے اذیت پر ختم ہوتی ہے۔ دونوں تخلیق کار دو مختلف زمانے، دو الگ اسلوب مگر ایک مشترک فکری درد رکھتے ہیں۔ اقبال ایک ایسی ملّت کا خواب دیکھتے ہیں جو خودی، ایمان اور عمل سے روشن ہو۔ وہ فرد کو جگاتے ہیں قوم کو جھنجھوڑتے ہیں اور تاریخ کو نئی سمت دینے کا خواب دیکھتے ہیں۔

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

(اقبال، ۲۰۱۸ء، ص ۲۱۷)

دوسری طرف عبداللہ حسین کے کردار ملّت سے کٹے ہوئے ہیں۔ بے یقین، منتشر اور خاموش سوال بنے ہوئے ہیں۔ وہ زخم دکھاتے ہیں مگر مرہم نہیں رکھتے وہ چیخ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔ ان کے ہاں مزاحمت ہے مگر رہنمائی نہیں، بیداری ہے مگر منزل کا پتہ نہیں۔ دونوں ادیب فرد کی مرکزیت پر یقین رکھتے ہیں۔ دونوں کو تاریخ کا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ دونوں ظلم، جبر اور بیزاری سے انکار کرتے ہیں دونوں کے ہاں ضمیر کی آواز گونجتی ہے۔

حاصلِ تحقیق:

علامہ اقبال کے پیغامِ خودی اور بیداریِ ملت کے قومی احیا کے معنوی اثرات عبداللہ حسین کی ناول نگاری میں نمایاں تر ہیں۔ اس کی واضح جھلک اُن کے کرداروں کی تخلیق اور اندرونی کشمکش میں بخوبی نظر آتی ہے۔ علامہ اقبال نے قوم کو مایوسی سے نکالا اور اُمید و عمل کی راہ دکھائی۔ عبداللہ حسین نے اپنے ناولوں میں اُمنگ کو متضاد تاریخی و معاشرتی حالات میں کرداروں کے احساسِ کرب کے ذریعے پیش کیا ہے۔ حاصلِ تحقیق یہ ہے کہ اقبال نے اپنے نظریات کو فلسفیانہ جب کہ عبداللہ حسین نے فکشن کے زبردست آئینے میں پیش کیا ہے۔ یوں عبداللہ حسین نے اقبال کے فکری اثرات کے تحت فلسفہ و حقیقت کو مدغم کر دیا ہے اور معاشرتی تقدیر کے المیے کو تخلیق کیا ہے۔

حوالہ جات:

اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء)
عامر سہیل، سید، "عبداللہ حسین ایک مطالعہ" مشمولہ، اسلوب احمد انصاری، اداس نسلیں، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۱۶ء)
عبداللہ حسین، اداس نسلیں، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء)
عبداللہ حسین، نادار لوگ، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۱ء)
عبداللہ حسین، نشیب، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۴ء)
عبداللہ حسین، باگھ، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۲ء)
عبداللہ حسین، رات، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۶ء)
قمر رئیس، علی احمد فاطمی مرتبین؛ ہم عصر اُردو ناول ایک مطالعہ، (نئی دہلی: ایم - ار پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء)

Iqbal, Allama Muhammad. *Kulliyat-e-Iqbal Urdu*. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2018.
Aamir Suhail, Syed. "Abdullah Hussain: Ek Mutala." In *Udas Naslein*, by Isloob Ahmad Ansari. Multan: Beacon Books, 2016.
Hussain, Abdullah. *Udas Naslein*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2007.
Hussain, Abdullah. *Nadar Log*. Lahore: Al-Faisal Nashran, 2011.
Hussain, Abdullah. *Nasheeb*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2014.
Hussain, Abdullah. *Bagh*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2012.
Hussain, Abdullah. *Raath*. Lahore: Gora Publishers, 1996.
Qamar Raees, Ali Ahmad Fatimi (Murattabeen). *Hum Asr Urdu Novel: Ek Mutala*. New Delhi: M-R Publications, 2007.